ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

منیر نیازی: اپنے عصری تخلیقی بیانیے کا منفرد اظہاریہ

ڈاکٹر ابو بکر فاروقی (لیکچرر، یونی ورسٹی آف گجرات)

سمیرا لیاقت (پی ایچ ڈی سکالر، الحمد اسلامک یونی ورسٹی، اسلام آباد)

Abstract

MunirNiazi is a distinguised poet in urdupoetry,in respect of sentiments and their expression. It is beyond doubt that his name will always be remembered among few great poets in urdu poetry after 1970.He expressed in his poetry what he felt,observed and experienced in society and universe.Here in this research it is tried to highlight those features which made his expression distinguished from his contemporries.for which not only his poetry but critics are also included, to strengthen my point of view.

[نیر نیازی اُردو کی جدید شاعری کا ایک بالکل انوکھا اور منفرد شاعر ہے۔اپنی حساسیت میں بھی اور اپنے اظہاریے میں بھی۔اس میں شک نہیں کہ ۱۹۷۰ء کے بعد کے اُردو کے چند بڑے شاعروں میں منیر نیازی کا نام ہمیشہ لیا جاتا رہے گا۔ منیر نے انسانی سماج، انسان اور کائنات کو جس طرح محسوس کیا، اُسی طرح اپنی شاعری میں پیش کیا۔یہاں اس مقالے میں یہی دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے کہ منیر نیازی اپنے عہد میں کس طرح ایک منفرد بیانیہ تشکیل دینے میں کامیاب ہوئے۔اس کے لیے اُن کی شاعری کے ساتھ ساتھ اُن کے ناقدین کے حوالے سے بھی اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کے لیے مدد لی گئی ہے۔]

منیر نیازی کی غزل اپنے عہد کے دیگر شاعروں سے کس حد تک مختلف اور منفرد تھی، اِس سوال کا جواب ابھی تک ہماری تنقید اور تحقیق پوری طرح تلاش نہیں کر سکی کہ اِس کے لیے منیر نیازی کی شاعری کی تمام جہات کا انتہائی وسیع اور گہرا مطالعہ ضروری ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ منیر نیازی اِس عہد کا ایسا بڑا اور منفرد شاعر ہے جس کی کئی شعری جہات ابھی پردے میں ہیں۔ منیر نیازی کی شاعری ابھی تک ایک ایسے نقاد کے انتظار میں ہے جو اُس کی دنیا کو ہم پر صحیح معنوں میں روشن کر سکے۔ لیکن اِس کے باوجود کہ وہ نقاد ابھی منیر نیازی کو میسر نہیں آیا، ہم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ منیر نیازی کی شاعری چاہے وہ نظم کی صورت ہو، یا غزل کی شکل میں یا گیت کی ہیئت میں؛ اُس نے ہمیں ایک جمالی انسان کا نہ صرف تصور دیا ہے بلکہ اُس کی آرزو بھی ہم میں شدت سے پیدا کی ہے۔ایک ایسا انسان جو اس پورے کرۂ ارض پر امن اور محبت کا طالب ہو، جو انسانیت کا ہر صورت خیر خواہ ہو اور جس کے شر سے ہر دوسرا فرد محفوظ ہو۔انتظار حسین سے ایک ملاقات کے دوران بات کرتے ہوئے منیر نیازی نے اپنا تصورِ انسان بیان کیا، اُن کے بقول:

''میں چنگیز خان کی طرح کا آدمی نہیں چاہتا۔ایسے خدا پرست لوگ دیکھنا چاہتا ہوں جن کے یہاں احساسِ جمال اتنا ہو کہ خبیث قوتیں اُس کے رعب میں آجائیں۔۔۔میں بھی اپنی شاعری سے ایسے ہی آدمی تیار کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔)''۱

بنیادی طور پر وہ اعلیٰ انسانی اقدار کے خواہاں ہیں۔وہ مصنوعی تہذیبی اقدار کو ناپسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ایسے افراد جو باطنی سطح پر مسفّا اور پاکیزہ ہوں، جن میں دِکھاوے کی تہذیب نہیں بلکہ دل کی رغبت ہو۔ایک نظم ''شہر کا حصہ ہے اِک'' کا یہ ٹکڑا دیکھیے:

شہر کا حصہ ہے، لیکن شہر سے کچھ کچھ الگ
اِس علاقے کے مکاں، اِک دوسرے سے ہٹ کر ہیں
لوگ کم ملتے ہیں اس کے، دوسروں، اِک دوسرے سے عادتاً
پر ملیں گے جب یہ آپس میں، ملیں گے شوق سے،

دل بہت لگتا ہے ایسے شہریوں کے درمیاں

میں بھی رہنا چاہتا ہوں ان گھروں کے درمیاں)۲(

منیر کا المیہ یہی رہا کہ وہ پسند کرتے تھے ایسے خالص لوگوں میں رہنا مگر رہنا پڑا ناخالص لوگوں میں حتیٰ کہ دشمنوں کے درمیان بھی بسر کرنی پڑی۔ایسے میں اُن کے احساسات کیا ہوتے ہیں،اس کا اظہار وہ اپنی مشہور نظم ''دشمنوں کے درمیان شام'' میں انتہائی خوب صورت پیرائے میں کرتے ہیں۔دیکھیے:

پھیلتی ہے شام دیکھو ڈوبتا ہے دن عجب
آسماں پر رنگ دیکھو ہو گیا کیسا غضب
کھیت ہیں اور اُن میں اک روپوش سے دشمن کا شک
سر سراہٹ سانپ کی گندم کی وحشی گر مہک
اک طرف دیوار و در اور جلتی بجھتی بتّیاں
اک طرف سر پر کھڑا یہ موت جیسا آسماں)۳(

معروف نقاد ڈاکٹر سہیل احمد خان کی منیر نیازی سے بہت قربت تھی۔وہ منیر کی شاعری اور شخصیت؛ دونوں کے رازداں تھے۔منیر نیازی کی ایسی ہی شاعری کے لیے ڈاکٹر سہیل احمد خان ایسے الفاظ میں اُن کی شاعری کی حقیقت تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔اُن کے خیال میں:

''منیر نیازی کے نزدیک شاعری پورے عہد کے طرزِ احساس اور رویوں کا عطر ہے۔منیر اپنے عہد کے رویوں اور نظریات کی منظوم تشریحیں نہیں کرتا،وہ تو بے معنی تفصیل کا بھی قائل نہیں،وہ چند سطور اور چند تصویروں میں اپنے عہد کے انسانوں اور اُن کے رویوں کی اصل بنیاد کی طرف اشارہ کر دیتا ہے۔''(۴)

منیر نیازی کی شاعری کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد ہمیں سہیل احمد خان کی مندرجہ بالا رائے سے متفق ہونا پڑتا ہے۔کم سے کم الفاظ اور مصرعوں میں بات کرنے کا ہنر کوئی منیر نیازی سے سیکھے۔اور اس میں شک نہیں کہ وہ اپنی حیرانیوں اور پُراسراریت کو اپنے اِس اندازِ نگارش سے اُجاگر کرنے میں زیادہ کامیاب ٹھہرتے ہیں۔اُن کی شاعری اصل میں حیرتوں کا بیان ہے جو ہمیں حیرت میں مبتلا کر دیتی ہے۔حسن عباس رضا، جن کی منیر نیازی کی شاعری پر گہری نظر ہے، کس قدر درست لکھتے ہیں کہ

''منیر نیازی نے اپنی منفرد شاعری سے تقریباً تین نسلوں کو متاثر کیا۔اُن کی شاعری میں حیرانیاں اور پُراسراریت تقریباً ہر مصرعہ اور ہر سطر میں جھلکتی ہے اور نقش چھوڑتی دکھائی دیتی ہے۔منیر نیازی کی شاعری کی فضا ایسی ہے جو اُن کی طبعی اُفتاد سے اُبھرتی اور پڑھنے والوں کو اپنے حصار میں لے لیتی ہے۔''(۵)

منیر نیازی باقاعدہ طور پر تو وجودی تحریک یا نظریات سے وابستہ نہیں تھے لیکن اس کے اثرات اُن کی شاعری پر خوب پڑے ہیں۔یوں بھی منیر کی ذاتی زندگی محرومیوں اور کسی حد تک عدم تحفظ کا شکار رہی۔اُنھیں ہجرت کا غم بھی اُٹھانا پڑا جس نے اُن کے ذہن میں کچھ بنیادی قسم کے وجودی سوالات پیدا کر دیے۔اُنھوں نے تنہائی کا آزار بھی اُٹھایا اور اسی آزار کا نتیجہ ہے کہ اپنی ذات اور وجود سے اُن کا تخلیقی رشتہ کافی مضبوط رہا۔اُن کی نظر میں اُن کا ہونا بہت اہم ہے۔ایک نظم ''وجود کی اہمیت'' اِس ذیل میں بڑی اہم ہے۔دیکھیے:

تُو ہے تو پھر میں بھی ہوں
میں ہوں تو یہ سب کچھ ہے
دُکھ کی آگ بھی، موت کا غم بھی
دل کا درد اور آنکھ کا نم بھی

میں جو نہ ہوتا
میری طرح پھر کون
جہاں کے
اتنے غموں کا بوجھ اُٹھاتا)۶(

یہ اپنی ذات پر وہ بھروسا ہے جو وجودی فلسفے کی حدوں کو پاتا نظر آتا ہے، یہ الگ بات کہ اِس میں دُکھ اور اُداسی کا رنگ تیکھا اور گہرا ہے۔اِس ضمن میں ڈاکٹر شاہین مفتی کا یہ کہنا بجا ہے کہ:

"منیر نیازی کا واحد متکلم اپنے ذاتی اور کائناتی تجربات کی روشنی میں اثباتِ ذات اور انحرافِ ذات کی گتھی سلجھانے کے باوجود اس اداسی سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا جو اعترافِ ذات اور انکشافِ ذات کی سچی دلیل ہے اور جس سے شاعرانہ اضطراب کے چشمے پھوٹتے ہیں۔)"۷(

زندگی اصل میں "ہونے" کے غم اور "نہ ہونے" کے اندیشے میں اسیر ہے۔یہ احساس جان لیوا بھی ہے مگر اہم بات یہ ہے کہ زندگی کا فہم بھی یہی احساس فراہم کرتا ہے۔ منیر نیازی کی چار مصرعوں پر مبنی نظم "ہونے کا غم کس کو نہیں" دیکھیے:

ہونے کا غم اُسے بھی ہے
اور مجھ کو بھی
کبھی نہ ہونے کا اندیشہ
اُسے بھی ہے اور مجھ کو بھی)۸(

ایسا وجودی احساس منیر نیازی کی شاعری کو زندگی اور کائنات کی وسعتوں سے ہم کنار کرتا ہے لیکن کمال یہ ہے کہ وہ اس احساس کی کہانی ایک داستان گو کی طرح سُناتے ہیں۔یہ ہنر اُن کی شاعری میں ایک طرف جاذبیت کا رنگ بھرتا ہے تو دوسری طرف حیرانیوں کو جنم دیتا ہے۔اِس ضمن میں شمیم حنفی اُن کی شاعری کو انتہائی مختصر الفاظ میں کمال خوبی سے سراہتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

"کائنات کی وحدت اور زندگی کی وحدت کا جیسا شعور منیر نیازی کی نظموں، غزلوں، گیتوں میں جاگزیں ہے،اس عہد کے کسی دوسرے شاعر کے یہاں اس کا سراغ نہیں ملتا۔شاید مل بھی نہیں سکتا۔کیوں کہ ۔۔۔منیر نیازی اصلاً ایک داستان گو ہے، جو شاعر کا روپ بھر کر سامنے آتا ہے اور طلسمات کی ایسی وادیوں آبادیوں سے گزرتا ہے کہ داستان گو بھی حیران رہ جائیں۔)"۹(

ہجرت کا کرب منیر نیازی کی شاعری کا مسلسل اظہار ہے۔انتظار حسین اور منیر نیازی کا یہ کرب اور دُکھ مشترک تھا۔وہ آپس میں ایک دوسرے کو اپنے اپنے وطن اور بستی کے موسموں، پرندوں اور پھلوں کے بارے میں بتاتے اور ایک سی ہی باتیں کئی کئی بار دہراتے لیکن بقول انتظار حسین:

"منیر نے ہمیشہ اسی طرح سنایا اور سُنا جیسے وہ یہ داستان پہلی مرتبہ سُنا رہا ہے اور پہلی مرتبہ سُن رہا ہے۔ایک ملال کے ساتھ سُناتا ہے اور ایک حیرت کے ساتھ سُنتا ہے۔ہم اپنی گم شدہ جنت اپنے دھیان میں بسائے پھرتے ہیں۔)"۱۰(

منیر نیازی کا تعلق خان پور سے تھا جو ہوشیار پور کی ایک بستی ہے۔ منیر نیازی نے باقاعدہ خان پور کو مخاطب کر کے ایک نظم "جن گھروں سے ہم نے ہجرت کی" کے عنوان سے لکھی جس میں یاد کا کرب اور سوز نمایاں ہے۔دیکھیے:

خانپور!-------اے خانپور!
تیری گلیوں میں تھیں کیسی پیاری پیاری صورتیں
مسجدوں کے سبز در اور مندروں کی مورتیں
خانپور!-------اے خانپور!
تیرے چُپ دیوان خانوں میں بڑوں کے قہقہے
شادیوں کی محفلوں میں چشم و لب کے جمگھٹے
خانپور!------اے خاپور!
اپنے ہونے کی تسلّی، تیرے ہونے کا خیال
مٹ رہے ہیں رفتہ رفتہ یہ کشش انگیز جال
خانپور!------اے خانپور)!۱۱(

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

جیسا کہ پہلے ذکر ہُوا کہ مختصر نظم نگاری میں منیر نیازی کو کمال حاصل ہے۔اُن کی نظموں میں ہمیں طویل نظمیں نہیں ملتیں۔ بیش تر نظمیں پانچ چھ سے آٹھ دس مصرعوں پر مبنی ہیں اور کچھ نظمیں تو یک سطری یعنی ایک مصرعہ پر مشتمل ہیں۔ مثلاً ''بین کرتی عورتیں''، ''غلط وارث''، ''بوندا باندی میں سوچنا''، ''پچھتاوے کے آنسو''، ''ہونے کا غم کس کو نہیں''، ''رستے میں اک شہر''، ''شہر کے مکان''، ''وقت سے آگے گزر جانے کی سزا''، ''دُور کا مسافر''، ''اِس جگہ سے اُس جگہ'' اور ایسی کئی اور بھی۔ایسی نظموں کے بارے میں ڈاکٹر سلیم اختر نے حد درجہ کمال بات کہی ہے، لکھتے ہیں:

''منیر نیازی کی مختصر ترین نظموں کا یہ عالم ہے گویا بقول آزاد' تلواروں کی آب داری نشتر میں بھر دی گئی ہے۔)''۱۲(

گو نظموں کے ساتھ ساتھ منیر نیازی کی غزل بھی رومانی اُداسی اور ناسٹیلجیائی عناصر کا مرقع ہے مگر تاثیر میں ایسی کہ جس کا جادو سَر چڑھ کر بولے۔ایک طرف احساسِ ملال، زندگی کا گہرا غم اور دوسری طرف گہرا تفکر؛ منیر کی غزل کو ارفعیت کی سطح عطا کرتا ہے۔ اگرچہ منیر کے غزلیہ اشعار کا انتخاب پیش کرنا ایک مشکل ترین کام ہے مگر اُن کی مختلف غزلیات کے یہ اشعار کیا کبھی بھلائے جا سکتے ہیں؟ کبھی نہیں۔ دیکھیے:

بے چین بہت پھرنا گھبرائے ہوئے رہنا
اک آگ سی جذبوں کی دہکائے ہوئے رہنا
عادت ہی بنا لی ہے تم نے تو منیرؔ اپنی
جس شہر میں بھی رہنا اکتائے ہوئے رہنا)۱۳(

اب کون منتظر ہے ہمارے لیے وہاں
شام آ گئی ہے لوٹ کے گھر جائیں ہم تو کیا)۱۴(

میری ساری زندگی کو بے ثمر اُس نے کیا
عمر میری تھی مگر اس کو بسر اُس نے کیا
شہر میں وہ معتبر میری گواہی سے ہُوا
پھر مجھے اس شہر میں نامعتبر اُس نے کیا)۱۵(

کسی کو اپنے عمل کا حساب کیا دیتے
سوال سارے غلط تھے جواب کیا دیتے)۱۶(

سارے منظر ایک جیسے، ساری باتیں ایک سی
سارے دن ہیں ایک سے اور ساری راتیں ایک سی
بے نتیجہ بے ثمر جنگ و جدل سُود و زیاں
ساری جیتیں ایک جیسی، ساری ماتیں ایک سی)۱۷(

کوئی حد نہیں ہے کمال کی
کوئی حد نہیں ہے جمال کی
وہی قُرب و دُور کی منزلیں

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.1 2024

وہی شام خواب وخیال کی
نہ مجھے ہی اُس کا پتہ کوئی
نہ اُسے خبر میرے حال کی
ہے منیرؔ تیری نگاہ میں
کوئی بات گہرے ملال کی)۱۸(

اگرچہ یہاں منیر نیازی کے تمام اہم اشعار درج کرنا ممکن نہیں تھا لیکن اِس انتخاب سے اتنا اندازہ ضرور لگایا جا سکتا ہے کہ منیر کے شعروں میں جہاں ایک طرف تفکر، تجسس اور حیرت کا باب کھُلتا نظر آتا ہے وہیں دوسری طرف کومل لیکن منفرد لہجہ اور اسلوب بھی دکھائی دیتا ہے۔اُن کی غزل کلاسیکی روایت کے ساتھ اپنا مستحکم رشتہ رکھنے کے باوجود خود کو جدتوں سے مزین کرتی نظر آتی ہے،اور سب سے بڑھ کر لہجے کی تازگی متاثر کرتی ہے جو منیر نیازی کی منفرد شناخت کو استحکام دینے میں حد درجہ معاون ہے۔

حوالہ جات

۱۔انتظار حسین:''ملاقاتیں''،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۱۳ء،ص:۱۰۱
۲۔ منیر نیازی:''ایک مسلسل''،اسلام آباد،دوست پبلی کیشنز،۲۰۰۸ء،ص:۲۲
۳۔ منیر نیازی:''دشمنوں کے درمیان شام''،اسلام آباد،دوست پبلی کیشنز،۲۰۰۸ء،ص:۳۳
۴۔ سہیل احمد خان،ڈاکٹر:''طرفیں''،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۸۸ء،ص:۶۸
۵۔ حسن عباس رضا:''منیر نیازی اور اُن کی منفرد شاعری''،مشمولہ سہ ماہی''ادبیات''،اسلام آباد،شمارہ نمبر ۸۳تا۸۴،اپریل تا ستمبر ۲۰۰۹ء،ص:۱۳۶
۶۔ منیر نیازی:''جنگل میں دھنک''،اسلام آباد،دوست پبلی کیشنز،۲۰۰۸ء،ص:۸۴
۷۔ شاہین مفتی،ڈاکٹر:''جدید اُردو نظم میں وجودیت''،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۱ء،ص:۳۰۲
۸۔ منیر نیازی:''دشمنوں کے درمیان شام''،ص:۴۴
۹۔ شمیم حنفی:''ایک آفت زدہ بستی کی دیومالا''،مشمولہ''سہ ماہی''ادبیات''،اسلام آباد،شمارہ نمبر ۸۳تا۸۴،اپریل تا ستمبر ۲۰۰۹ء،ص:۵۳تا۵۴
۱۰۔انتظار حسین:''ہجرت کا ثمر''،مشمولہ''ماہِ منیر''،از منیر نیازی،لاہور،مکتبہ منیر،۱۹۷۴ء،ص:۹۴
۱۱۔ منیر نیازی:''ماہِ منیر''،ص:۲۳
۱۲۔ سلیم اختر،ڈاکٹر:''اُردو ادب کی مختصر ترین تاریخ''،لاہور،سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۷۱ء،ص:۳۴۳
۱۳۔ منیر نیازی:''چھ رنگین دروازے''،اسلام آباد،دوست پبلی کیشنز،۲۰۰۸ء،ص:۴۶
۱۴۔ایضاً، ص:۵۹
۱۵۔ایضاً، ص:۶۲
۱۶۔ایضاً، ص:۶۸
۱۷۔ منیر نیازی:''ماہِ منیر''،ص:۶۱
۱۸۔ایضاً، ص:۷۶